قسط نمبر ۵

ضرورتِ وحی

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

از افادات حضرت محقق العصر علّامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ
شیخ التفسیر جامع اسلامیہ بہاولپور

۷ — دلیلِ تخجیلی

وجدانی طور پر یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ جب ایک آدمی جرم کرتا ہے، مثلاً زنا، اگر اس جرم کے دوران کوئی شخص اس کے جرم کا مشاہدہ کرے تو مجرم کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ اور خجالت و شرمندگی کے آثار چہرہ سے نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی مسئلہ ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے۔ کہ مشاہدہ جرم نے مجرم پر اتنا اثر ڈالا ہے۔ کہ مجرم کا خون شرمندگی کی وجہ سے ظاہر بدن سے باطن کو منتقل ہو گیا اور ظاہر بدن میں بجائے سرخی کے زردی پڑ گئی، چہرہ پر بجائے ترو تازگی پژمردگی چھا گئی۔ جب ہم اس کیفیتِ نفسانیہ جو مشاہدہ سے ثابت ہے، کے متعلق تحقیق کرتے ہیں۔ کہ اس کا سبب کیا ہے ——— چونکہ یہ حادثِ نو پیدائش ہے۔ اور ہر حادث کسی نہ کسی سبب سے ہی ہوتا ہے۔ تو اس کے سوا اور کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مجرم نے قانون کی مخالفت کی اور اس کا علم دوسروں کو ہوا جس کا اثر ہوا اور خجالت کی کیفیت پیدا ہو گئی ——— مخالفتِ قانون کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مخالفتِ قانونِ زمینی یعنی انسانی قانون کی مخالفت۔ اور دوسری قانونِ سماوی یعنی قانونِ الٰہی کی مخالفت۔ زمینی قانون جیسے آج کل کے مملکتوں میں چلتے ہیں، اور جنہیں انسان بناتے ہیں۔ اور جب یہ صحیح ہے۔ کہ کیفیتِ نفسانیہ مخالفتِ قانون کا اثر ہے۔ مگر کس قانون کا اثر ہے۔ اگر قانونِ زمینی کا اثر ہے۔ تو یہ ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت وہاں بھی پیدا ہوتی ہے۔ جہاں سے قانونِ زمینی رائج نہ ہو۔ جیسے یاغستانی علاقے یا انسانی قانون موجود ہو۔ مگر اس قانون کی گرفت سے مجرم کو خطرہ نہ ہو، مثلاً فرض کرو کہ ایک آدمی

جرم کر رہا ہے۔ اور عین جرم کی حالت میں مجرم کا بھائی آجاتا ہے۔ اب اگرچہ ایک بھائی بھائی کے خلاف رپورٹ نہیں کر سکتا جو کہ اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی ہو لیکن پھر بھی آثار خجالت اس مجرم پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ کیفیت جو طاری ہوئی مصنوعی قانون کی مخالفت کا نتیجہ نہیں بلکہ قانونِ الٰہی کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ اور قانون الٰہی پاکستان یا غستان خلوت جلوت عدالت وغیرہ سب میں برابر جاری ہے۔ یہ بات ہمیں حضرت مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کی جبر و قدر کے بحث سے معلوم ہوتی ہے۔ مولانا عارف باللہ تھے اس لئے اس طرف بھی بعض ذہنیں انتقال کر گئی ہیں۔ کہ اگر مثنوی کا انگریزی ترجمہ کیا جاتا تو بہت سے انگریز اور غیر مسلم بھی مسلمان ہو جاتے، کیونکہ مولانا کا فلسفہ خشک نہیں۔ بخلاف یونانی فلسفہ کے اور درحقیقت سارا اسلامی فلسفہ خشک نہیں۔ کیونکہ اس میں محض نظریات نہیں بلکہ اعمال بھی ہیں وہ فرماتے ہیں ؎

زاریٔ ما شد دلیل اضطرار خجلت ما شد دلیل اختیار

تو معلوم ہوا کہ قانون ہمہ گیر کا موجود ہونا فطرت کی آواز ہے۔ شرمندگی اور انفعالی کیفیت اسکی ممانعت کا نتیجہ ہے ـــــ ان اثرات سے ہم موثر کی طرف انتقال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک قانون موجود ہے جو صرف قانونِ الٰہی ہے۔ جو وحی اور کلام الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

۸ــــ دلیلِ حقوقی

اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بلا استثنا تمام انسانوں کا فطری خاصہ ہے کہ ہمارے سب کے حقوق محفوظ رہیں۔ اور یہ انسان کا فطری خاصہ اور تقاضا ہے۔ اگر ہم اس بات کا اعلان کریں۔ کہ کون اپنے حقوق کے تحفظ کا خواہاں ہے۔ تو ۲½ ارب دنیا کی آبادی کا ہر عاقل انسان کہے گا۔ کہ میرے تمام حقوق محفوظ رہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ تحفظِ حقوق کیسے ہو۔ اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ محافظِ حقوق قانون انسانی ہو۔ دوم یہ کہ حقوق کا تحفظ بجائے قوانین انسانی کے ایمانی رابطہ کے ذریعہ ہو۔ دنیا کے موجودہ اقوام اور آبادیوں کی رائے ہے۔ کہ انسانی قوانین سے تحفظ حقوق ہو سکتا ہے۔ اس مقصد ہی کے لئے پولیس، حوالات، اور جیل خانے ضابطۂ دیوانی اور فوجداری، عدالتیں، بیرسٹر اور جج مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ رائے سطحی نظر رکھنے والے لوگوں کی ہے۔ مگر کچھ لوگ عمیق نظر اور صحیح بصیرت والے بھی ہیں۔ جو خال خال ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے۔ کہ مروجہ انسانی قوانین سے تحفظ حقوق نہیں ہو سکتا اور تحفظِ حقوق کے لئے کوئی دوسری راہ تلاش کرنی پڑے

گی ۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس دس ہزار روپیہ ہے ۔ ایک دوسرے آدمی کو اس خطیر رقم کا علم ہوا اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص فلاں رستے سے گذرے گا چنانچہ وہ اس راستہ میں کسی پوشیدہ جگہ پر بیٹھ جاتا ہے ۔ اور موقعہ پر اسے قتل کر دیتا ہے ۔ اور رقم لے اڑاتا ہے ۔ تو یہ قاتل ظالم اور مجرم ٹھہرا ۔ اور مقتول مظلوم ۔ اس مظلوم کی دو طرح حق تلفی کی گئی ۔ ایک جانی حق کہ جان گئی ۔ اور دوسرا مالی حق کہ اس کا مال لوٹ لیا گیا ۔ اب اگر معاملہ یوں ہی رہنے دیا جائے تو عالم کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے ۔ اور امن ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ اور اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس جرم کے مرتکب ہوں گے ۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اتلاف حقوق اور نقصِ امن سے یہ دنیا پُر ہو جائے گی ۔ اب سوال یہ ہے ۔ کہ کیا مروجہ انسانی قوانین سے اس کا تحفظ ہو سکتا ہے ، یا نہیں ۔ ؟ تحفظِ حقوق کی صحیح صورت تو یہ ہو گی کہ جان کے بدلے جان لے لی جائے اور مال کے بدلے دس ہزار روپیہ اس سے لے لیا جائے ۔ مگر یہ بات یقینی ہے ۔ اگر دنیا میں تحفظِ حقوق کا دار و مدار صرف صرف انسانی قوانین پر رہ جائے تو نقائص نکلتے ہیں ۔ مثلاً مجرم نے جرم ایسی حالت میں کیا کہ موقعہ پر کوئی گواہ موجود نہیں صرف ظالم اور مظلوم ہیں ۔ مظلوم تو قتل ہو چکا ہے ۔ اس صورت میں گواہ موجود نہیں ، تو مجرم قانون کی زد میں نہیں آ سکتا ۔ اور اسی صورت میں مجرم کی نجات ہو گی ۔ اور تحفظِ حقوق نہ ہو گا ۔

دوسری وہ حالت ہے جس میں واقعہ دو چشم دید گواہوں کے سامنے ہوا ہو ظالم نے ان گواہوں کے سامنے مظلوم کو قتل کیا اور رقم چھین لی ۔ اب اگر وہ گواہ یہ خیال کریں کہ ہم گواہی دیکر انسانی قوانین کے لحاظ سے اس ظالم کی دشمنی کیوں مول لیں اور سرے سے گواہی دینے سے انکار کر دیویں تو بھی مجرم کی نجات کی صورت نکل آئے گی ۔ اور تحفظِ حقوق نہ ہو سکے گا ۔

تیسری صورت یہ ہے ۔ کہ دو چشم دید گواہوں نے واقعہ کو دیکھا اور آمادۂ شہادت بھی ہیں ۔ مگر ظالم کی طرف سے رشوت کی پیشکش ہو گئی ۔ کیونکہ مقتول کی طرف سے تو کچھ مل نہیں رہا لہٰذا نجات ممکن ہو گئی اور حقوق ضائع ہو گئے ۔

چوتھی صورت یہ ہے ۔ کہ گواہوں پر رشوت نہیں پڑا ۔ بلکہ انہوں نے عدالت میں مظلوم کے حق میں شہادت دے دی تو دورِ حاضر کے شہادت ایکٹ کے تحت وکیل اور بیرسٹر موجود ہیں ، جنہوں نے اس ایکٹ کے تحت گواہوں پر نکتہ چینی کی اور دونوں گواہوں کے بیانوں میں تعارض پیدا کیا گیا ۔ جسکی وجہ سے گواہی مشکوک اور کالعدم ہو گئی ۔ وکیل اور بیرسٹر کی برکت سے مجرم رہا ہو جائے گا اور حقوق کی بربادی ۔

پانچویں صورت یہ ہے ۔ کہ گواہوں کی گواہی وکیلوں کی جرح سے بچ گئی ۔ اور شہادت مکمل ہو گئی ۔ مگر

صیح ملزم کی طرف سے جج کو رشوت یا سفارش پہنچ گئی اور نتیجۃً ملزم بری کر دیا گیا۔
اب اگر جج رشوت وغیرہ قبول نہ کرے بلکہ وہ فردِ جرم عائد کر دے۔ تو اس کے بعد اپیل کا مرحلہ باقی ہے۔ جہاں سے بھی مجرم کی رہائی ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مجرم کی رہائی کے کم از کم چھ دروازے کھلے ہیں۔ وہاں انسداد جرائم کیسے ہو گا، جہاں محاسبہ اور قیامت کا احساس ہی نہیں، وہاں تحفظ کب ہو گا۔ اس لئے قانون انسانی سے تحفظ حقوق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لازمی طور پر سزا میں حدود خیر و شر کا لزوم نہیں ہوتا۔ اور جہاں یہ لزوم نہ ہو اس سے تحفظ ناممکن ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں قانونِ انسانی ناکام ہے۔ اور ایسے قانون سے تو لاقانونیت بہتر ہے۔ جیسے یاغستان (آزاد علاقہ) میں ہے۔ جہاں نہ مظالم ہیں نہ مقدمہ بغیر کسی عہدنامہ و رجسٹری کے تمام کاروبار چلتے ہیں۔ مسجد میں اگر رقم دیتے ہیں، اور تحریر وغیرہ کچھ نہیں ہوتی ہیں نے پوچھا یہاں مقدمات کا کیا حال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو سو سال سے کوئی مقدمہ ہوا ہی نہیں۔ ترکی کا قانونی مشن جو اقوام کی جانچ پڑتال کے لئے عالمی دورہ پر روانہ ہوا تھا، وہ پاکستان بھی آیا۔ مگر اسے یاغستان جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور صرف سوات تک پہنچ سکا۔ اس ترکی کے قانونی مشن نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا۔ کہ حفاظت امن و امان کا بہترین قانون سوات میں ہے۔ حالانکہ یہ مشن امریکہ یورپ کے دیگر ممالک کا دورہ بھی کر چکا تھا۔ تو فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ اس کے حقوق کی تحفظ ہو۔ لیکن ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ تحفظ انسانی قانون سے ناممکن ہے۔ اور وہ قانون صرف قانونِ الٰہی ہو سکتا ہے۔ جس سے تحفظِ حقوقِ انسانی اور احساسِ خیر و شر ہو سکے ——— (باقی آئندہ)

مبارکباد

موقر جریدہ ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور نے الحق کے دیرینہ کرم فرما اور اعزازی رفیق جناب حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کی ادارت میں اپنے نئے دور کا آغاز کیا ہے۔ ہم جمعیۃ العلماء اسلام کے اس آرگن کے دورِ جدید کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور جناب حکیم صاحب موصوف کو اس نئی ذمہ داری پر پرخلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

الحق کی چند ایجنسیاں

کراچی میں — عوامی کتب خانہ بندر روڈ۔ کراچی
راولپنڈی میں — صوفی بشیر احمد صاحب ایجنٹ، خدام الدین وغیرہ
ڈیرہ اسماعیل خان — فیض محمد صاحب نیوز ایجنٹ
پشاور میں — ۱۔ افضل نیوز ایجنسی ۲۔ یونیورسٹی بک ایجنسی ۳۔ مکتبہ انوریہ مسجد قاسم علی خان۔
بھکر میں — اعظم بکڈپو اردو بازار
نوٹ :- الحق کے لئے ہر جگہ دیانتدار اور محنتی ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔